(Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

# Thoughts of Junayd al-Baghdadi about Taṣawwuf: A Special Study

## تصوف کے بارے میں حضرت جنید بغدادی کی فکر کا خصوصی مطالعہ

Zamara Bibi
**Dr Hafiz Mohsin Zia Qazi**
PhD Research Scholar, Institute of Islamic Studies and Shariah, MY University, Islamabad
Associate Professor, Director, Institute of Islamic Studies and Shariah, MY University, Islamabad

### Abstract

Sheikh Junaid al-Baghdadi is one of the most reliable and respected figures of his era and the entire history of Sufism. He is called the founder and founder of Sufism. He laid down principles, rules and laws for Sufism when it was in its formative period. Sheikh Junaid is not the founder or founder of Sufism in the sense in which this word is commonly used, but rather he is the founder in the sense that he laid down the principles and rules for it and in its formative period it was a He gave a special tone and style which he continues till today. The greatness and uniqueness of Sheikh Junaid was felt by the people even in his era and Sufiya continued to admit this in later periods as well. A great tribute to him is that all Sufism scholars have unanimously recognized him as their leader and Sayyid al-Taifah, and the Sufis of every age have attributed their attribution to him. Shah Waliullah has written that the followers of Sufism differ from each other in their practices, but they all agree on Sheikh Junaid in their lineage. A number of Islamic scholars and contemporary Orientalists have worked extensively on Sufism. Some Orientalists have devoted their entire lives to the study of Sufism or the study of a single personality. But despite the greatness and historical importance of Sheikh Junaid Baghdadi, no such remarkable work has been done on him yet.

**Keywords**- Junayd al-Baghdadi, Taṣawwuf Special Study

### موضوع کا تعارف

سیّد المشائخ، استاذ الصوفیہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 216ھ یا 218ھ کو بغداد میں ہوئی۔آپ ولی کامل اور صاحب طریقت بزرگ تھے،آپ ماہر شریعت اور منبع فیوض و برکات تھے،آپ کے خطابات والقابات میں لسان القوم بھی ملتا ہے۔حضرت جنید بغدادیؒ نامور صوفی بزرگ حضرت سرّی سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے اور مرید تھے۔بیعتِ خلافت اپنے ماموں شیخ سرّی سقطیؒ سے حاصل فرمائی۔حضرت جنید بغدادیؒ اپنے وقت کے شاہی پہلوان تھے۔آپ کا خاندانی نام جنید، والد محترم کا نام محمد اور دادا کا نام بھی جنید تھا۔دادا کے نام پر آپ کا نام رکھا گیا۔ابوالقاسم آپ کی کنیت تھی۔حضرت جنید بغدادیؒ کی تاریخ پیدائش میں اختلاف ہے، بعض تذکرہ نگاروں نے 215ھ سال ولادت قرار دیا ہے۔آپ کے آباؤ اجداد کا تعلق نہاوند سے تھا۔حضرت جنید بغدادیؒ کے والد آئینہ سازی اور شیشہ گری کے آلات کی تجارت کیا کرتے تھے۔

آپ بغداد میں پیدا ہوئے اور یہیں عمر بھر قیام کیا، اسی وجہ سے بغدادی کہلائے۔حضرت مخدوم علی ہجویریؒ نے آپ کا اسم گرامی ان الفاظ میں تحریر کیا ہے شیخ المشائخ، اہل طریقت، امام الائمہ ابوالقاسم جنید بن محمد بن جنید بغدادیؒ، آپ کی کنیت ابوالقاسم، لقب سید الطائفہ تھا۔آپ تیسری صدی ہجری میں اس وقت پیدا ہوئے کہ جب اسلامی علوم نقطۂ عروج پر تھے اور مامون الرشید کے مشاغل دینی کی بدولت بغداد میں بڑے بڑے باکمال علماء و فضلاء جمع تھے۔ تعلیم و تربیت آپ کے ماموں شیخ سرّی سقطیؒ نے کی۔آپ ریاضت و مجاہدے کرتے اور دنیا کے کاموں میں بھی مصروف رہتے، ان تمام حدود شریعت کو سامنے رکھ کر فرمایا کرتے کہ

تصوف قرآن وسنت کا ترجمان ہے جو شخص قرآن وحدیث اور سنت سے واقف نہیں، وہ پیروی کے لائق نہیں۔ایک وقت آیا کہ شیخ سرّیؒ سقطیؒ نے اپنی آرزو کو پورا ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔اللہ تعالی نے حضرت جنید بغدادیؒ کو روحانیت کے اتنے بڑے مرتبے پر پہنچادیا کہ سری سقطیؒ جیسے کامل ترین بزرگ آپ سے رائے اور صلاح مشورہ لینے لگے۔

تیسری صدی ہجری جو تصوف کی تدوین کی صدی ہے،اس پوری صدی کو حضرت جنیدی بغدادیؒ کی صدی قرار دیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔تیسری صدی ہجری میں علماء وفقہا،اُدباو شعراء،صوفیہ وعرفاء،اولیاء کا مرجع حضرت جنید بغدادیؒ کی ذاتِ گرامی ہی تھی۔آپ کی حیات اس پوری صدی کو محیط اور ذاتِ بابرکت اہل صدی پر حاوی ہے،اس صدی کے اوائل میں ولادتِ باسعادت،اور اواخر میں وصال باکمال ہوا۔ایک حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ اللہ پاک جس بندے کو جس کام کے لیے پیدا فرماتا ہے،وہ کام اس کے لیے آسان فرما دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ کو حضرت جنید بغدادیؒ سے تدوین تصوف کی عظیم خدمت لینا تھی،اس لئے انہیں ایسے خاندان اور گھرانے میں پیدا فرمایا، جس کے افراد تقویٰ وطہارت، علم وعمل کے زیور سے خوب آراستہ تھے۔اس مقالہ میں شیخ جنید بغدادی کی صوفیانہ افکار کا جائزہ لیا گیا ہے۔

## شیخ جنید بغدادی

آپ رحمۃاللہؒ علیہ ابتدا سے ہی نہایت ذہین وفطین تھے۔بہت قلیل عرصے میں ہی آپ نے تمام علومِ عقلیہ ونقلیہ پر مہارتِ تامہ حاصل کرلی تھی۔ اکثر اپنے ماموں حضرت شیخ سری سقطی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوتے،اور فیضِ صحبت سے مستفیض ہوا کرتے،اور فقہ مشہور شافعی فقیہ شیخ ابو ثور ابراہیم بن خالد الکلبی (تلمیذ حضرت امام شافعی) سے حاصل کی جو بغداد کے اَجلہ فقہاء ومشاہیر علماء سے تھے۔ان سے فقہ شافعی میں کمال حاصل کیا،اور ان کی زیر نگرانی فتویٰ جاری کیا۔اس وقت آپ کی عمر بیس سال تھی۔جوانی میں ہی آپ کے علم کا چرچا عام ہوگیا تھا۔حضرت سری سقطی، شیخ ابو ثور ابراہیم، شیخ حارث محاسبی، محمد بن ابراہیم بغدادی،ابو جعفر محمد بن علی قصاب، بشر بن حارث، کے علاوہ آپ نے ایک سو بیس سے زائد علماء وشیوخ سے علمی وروحانی استفادہ فرمایا۔

آپ کے تبحّرِ علمی کے بارے میں ''سیر اعلام النبلاء'' میں ہے:

عن أبي القاسم الكعبي أنه قال مرة : رأيت لكم شيخا ببغداد يقال له الجنيد ، ما رأت عيناي مثله ، كان الكتبة، يعني البلغاء يحضرونه لألفاظه ، والفلاسفة يحضرونه لدقة معانيه ، و المتكلمون لزمام علمه ، وكلامه بائن عن فهمهم وعلمهم-[1]

حضرت جنید بغدادی رحمۃاللہؒ علیہ فرماتے ہیں:

''میرے پیر حضرت سری سقطی رحمۃاللہؒ علیہ نے مجھے دعا دی کہ اللہ تعالی تمہیں حدیث دان بنا کر پھر صوفی بنائے اور حدیث داں ہونے سے پہلے تمہیں صوفی نہ کرے''۔

اسی طرح فرماتے ہیں

علمنا مضبوط بالکتاب والسنۃ من لم یحفظ الکتاب،ویکتب الحدیث،ولم یتفقہ لایقتدی بہ۔[2]

''یعنی جس نے نہ قرآن یاد کیا نہ حدیث لکھی یعنی جو علم شریعت سے آگاہ نہیں طریقت میں اس کی اقتداء نہ کریں اور اسے اپنا پیر نہ بنائیں کیونکہ ہمارا یہ علمِ طریقت بالکل کتاب وسنت کا پابند ہے''۔

نیز فرمایا:

''خلق پر تمام راستے بند ہیں مگر وہ جو رسول اللہ ﷺ کے نشانِ قدم (سنت) کی پیروی کرے''۔

## بیعت وخلافت

(Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

آپ اپنے حقیقی ماموں حضرت شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور خرقہ خلافت سے مشرف ہوئے۔آپ شیخ الاسلام والمسلمین، سلطان الاولیاء والمتقین، سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے القابات سے مشہور ہیں۔آپ اہل سنت وجماعت کے علماء واولیاء کے امام ہیں۔آپ کو گروہِ صوفیاء میں "سید الطائفہ" اور علماء میں "طاؤس العلماء" کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔

**جنید بغدادی اور تصوف**

حضرت جنید سے تصوف کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا ہر اچھے اخلاق کی طرف ترقی کرنا اور ہر برے اخلاق سے اجتناب کرنے کا نام تصوف ہے (۱۴)[3]
سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی نے تصوف کی جو تعریف بیان کی وہی بعد کے بیشتر صوفیہ نے اختیار کی۔ معرفت، اشراق یا عرفان وغیرہ کے تصورات جو بعد میں صوفیہ کے درمیان زیادہ رائج ہوئے وہ حضرت جنید کے یہاں نہیں پائے جاتے، ان کا تصوف اپنی ذات کو خدا کی عبادت میں اتنا منہمک کرنا ہے کہ انسان کی نفسانی خواہشات ختم ہو جائیں اور اللہ تعالی کی مرضیات باقی رہ جائیں، اس کا مقصد کسی ذات کے مشاہدہ یا کسی وجود میں ضم ہونا نہیں بلکہ صرف عبادت کرنا ہے۔ بندے کی انفرادیت عبدیت ہے اور راہ سلوک کی آخری منزل بھی عبدیت کا اثبات ہے۔ یہ عبدیت مکمل طور پر الہی ہدایات اور رسول کی اطاعت پر مبنی ہوتی ہے۔
فناء اور بقاء کے تجربے کو اگر تصوف کی تعریف قرار دیا جائے تو اس میں ایک اہم افادی پہلو یہ ہے کہ جو لوگ تصوف پر اعتراض کرتے ہیں ان کا اعتراض در حقیقت اشراقی یا عرفانی تصوف پر ہوتا ہے جس میں یہ دعوی موجود ہے کہ وہ غیب کو نبوت کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے جان سکتے ہیں۔ یا ان پر غیب الغیب منکشف ہو گیا ہے۔ لیکن فناء وبقاء کا تجربہ ایک معروضی تجربہ ہے۔ اس کا مذہب سے کوئی ٹکراؤ نہیں۔ سالک ان مراحل سے گذرتا ہے، اور اس کے سامنے نبوت کی حقیقت بھی موجود رہتی ہے وہ نبوی تعلیمات سے انحراف نہیں کرتا، بلکہ فناء کے تجربہ کی تاویل کر کے اس کو نبوت کے ماتحت کرتا ہے۔
حضرت جنید نے تصوف کے ابعاد اور حدود کو بیان کرتے ہوئے ایک مرتبہ فرمایا۔
سئل الجنيد عن التصوف فقال: تصفية القلب عن موافقة البرية، ومفارقة الاخلاق الطبيعية واخماد الصفات البشريه ومجانبة الدواعي النفسانية ، ومنازلة الصفات الروحانيه والتعلق بالعلوم الحقيقة، استعمال ما هو اولى على الابدية، والنصح لجميع الامة والوفاء لله على الحقيقة واتباع الرسول صلى الله عليه وسلم في الشريعة [4]
حضرت جنید سے تصوف کے بارے میں پوچھا گیا، انہوں نے جواب دیا، دل کا مخلوقات کی محبت سے خالی ہونا طبعی اخلاق رذیلہ سے جدائیگی اختیار کرنا، انسانی صفات کو بے اثر کرنا، نفسانی خواہشات سے اجتناب کرنا، روحانی صفات کا پیدا کرنا، علوم حقائق سے تعلق کرنا، جو ابدی طور پر درست ہے اس کو اختیار کرنا، ساری امت سے خیر خواہی کرنا، حقیقتاً اللہ تعالی سے عہد وفا استوار کرنا اور شریعت میں رسول اللہ کی سنت کی اتباع کرتا۔
تصوف کے بارے میں حضرت جنید بغدادی کا نقطہ نظر بھی اس عام منہاج سے منتقلی نہیں ہے۔ شیخ کے یہاں بھی تصوف میں اصل اہمیت عمل اور نیت کی ہے، فرماتے ہیں تصوف حضور قلب سے ذکر کرنے اور سن کر وجد میں آنے اور اتباع سنت کرتے ہوئے عمل کرنے کا نام ہے [5] حضرت جنید کے یہاں صوفیہ کے مکاشفات اور مشاہدات کا تذکرہ بہت کم ہے۔ ان کا پورا زور اس پر ہے کہ تصوف در اصل انسان کی تربیت اور اس کے اندر روحانی صفات پیدا کرنے کا نام ہے۔ تصوف ایسے ذکر کا نام ہے جس کے ساتھ فکر وابستہ ہو۔ ایسے عمل کا نام ہے جس میں زیادہ کا شائبہ بھی نہ ہو۔ ایسی عبادت کا نام ہے جس میں نفسانی خواہشات سے کلیۃً اجتناب ہو، یعنی بندہ کامل طور پر اپنے رب کے مطیع ہو جائے اور اس کی پوری زندگی اس طریقہ کے تابع ہو جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تایا تھا ہی کا نام تصوف ہے۔ چنانچہ حضرت جنید نے تصوف کے ذریعہ حاصل ہونے والے فوائد کا تذکرہ کرتے ہوئے خلوص عمل اور اتباع شریعت کو خاص اہمیت دی ہے۔[6] صوفیہ کے یہاں اتباع رسول کی بنیادی اہمیت ہے۔ چنانچہ شریعت محمدیہ کو ترک کر کے کوئی شخص راہ سلوک پر گامزن نہیں ہو سکتا۔ تصوف کی پہلی شرط اتباع شریعت ہے اور صوفیہ نے بڑی تفصیل سے بتایا ہے کہ زندگی کے ہر پہلو میں سب سے زیادہ اہم اتباع شریعت ہے۔ عبادات سے لے کر اکل حلال تک تمام چیزیں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔ ان کو چھوڑ کر کوئی اور راہ قابل قبول نہیں ہے۔ اس کی کسی قدر تفصیل آگے آرہی ہے۔ صوفیہ اپنے افکار کو مبرہن کرنے کے

لئے انبیاء سابقین کی نمایاں صفات کو بھی بطور استعارہ استعمال کرتے رہے ہیں خواصبر ایوب، سیاحت مینی وغیرہ۔ حضرت جنید نے بھی ان تلمیحات کو اپنے تصور تصوف کی وضاحت کے لیے استعمال کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ تصوف آٹھ خصلتوں پر مبنی ہے۔اور یہ آٹھ خصائل آٹھ انبیاء کے امتیازی وصف رہے ہیں۔ اس لیے سالک کو چاہئے کہ ان خصائل کو حاصل کرنے کے لیے ان کے اعلیٰ ترین نمونہ کو اپنا آئیڈیل اور نمونہ بنائے۔اس طرح سالک سلوک کی اعلی وارفع منزل تک پانچ سکے گا۔

**حضرت جنید کے نزدیک خصائل تصوف**

حضرت جنید نے فرمایا:

تصوف آٹھ خصائل پر مبنی ہے۔ سخاوت، رضا، صبر، اشارہ، قربت، اون پہننا، سیاحت اور فقر- سخاوت حضرت ابراہیم جیسی، رضا حضرت اسحاق جیسی، صبر حضرت ایوب جیسا اشارہ حضرت ذکریا جیسا، اون پہننا حضرت موسیٰ جیسا، سیاحت حضرت عیسیٰ جیسی اور فقر حضرت محمد مصطفی صلوات اللہ علیہم اجمعین جیسا۔ [7]

**تصوف کی حقیقت**

حضرت جنید کی نظر میں تصوف دراصل اعمال شریعت کو ان کے معیار مطلوب کے مطابق انجام دینے کا نام ہے۔اس طرح صوفی راہ سلوک کی منزلیں طے کر کے اس مقام پر پہنچتا ہے جہاں وہ سراپا خیر بن جاتا ہے۔اس کے اخلاق اعلیٰ ترین اخلاق بن جاتے ہیں، ان کا قلب آئینہ کی طرح شفاف ہو جاتا ہے۔ حضرت جنید نے ایک مرتبہ فرمایا، تصوف انسان کی طبیعت کے اندر موجود نفس کی کامل تنزیہ اور انسان کے ظاہر میں حسن خلق کا نام ہے۔ [8] یعنی باطن یہ ہے کہ نفس تمام عیوب سے پاک ہو جائے اور ظاہر یہ ہے کہ اخلاق اچھے ہو جائیں۔اس لیے صوفی ایسا شخص ہوتا ہے جو نہ صرف خود خوبیوں کا مجموعہ بن جاتا ہے بلکہ اس کی کیفیت ایسی ہو جاتی ہے کہ اگر برائیاں بھی اس سے منسوب کی جائیں تو وہ خوبیاں بن جائیں۔ اگر اس کو مطعون کیا جائے تب بھی اس کی طرف سے بھلائی کا رویہ ہی ظاہر ہو۔ حضرت جنید نے فرمایا ہے کہ صوفی کی مثال زمین کی سی ہے کہ اس میں تیج چیز میں ملائی جاتی ہیں لیکن اس سے جو کچھ نکلتا ہے وہ بہترین غذا ہوتی ہے۔ یا اس کی مثال اس زمین کی سی ہے جس کو نیک و بد سب روندتے ہیں، یا اس کی مثال بادل کی سی ہے جس کا پانی سب کو سیراب کرتا ہے۔ [9]

**مقام تصوف**

حضرت جنید بغدادی تصوف کے پیشوا تھے، تصوف تک اگرچہ ان کی رسائی ان کے ماموں اور استاذ سری سقطی کے ذریعہ ہوئی تھی لیکن وہ حدیث، فقہ اور کلام کے راستہ سے تصوف میں آئے تھے،اس طرح جب وہ کہتے ہیں کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ اس آسان کے نیچے کوئی اور علم ہمارے اس علم سے زیادہ شرف والا ہے تو میں اس علم اور اس علم والوں کی طرف دوڑ کے جاؤنگا، تا کہ ان سے وہ علم سن سکوں، اور اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ ہمارے اس وقت کے مقابلے میں جو ہم اپنے شیوخ اور ساتھیوں کے ساتھ گزارتے ہیں کوئی اور اچھا وقت ہے یا ہمارے مسلوں اور ہماری صحبتوں سے زیادہ اچھی کوئی صحبت ہے تو میں اٹھ کر اس تک چلا جاؤں' [10] تو گویا حضرت جنید اپنے اس قول میں اپنے تجربہ کا اس طرح اظہار کر رہے ہوتے ہیں کہ ان کے نزدیک اس سے زیادہ اہم کوئی علم نہیں ہے، ان کا عندیہ ہوتا ہے کہ ہم فقہ ظاہر کو ترک کر کے فقہ باطن کی طرف آئے ہیں جو ہمارے نزدیک سب سے بہتر ہے یعنی یہ تصوف فقہ باطن ہے اور باطن کی اصلاح اسی پر مبنی ہے اور مطلوب حقیقی صرف رسوم کی اصلاح نہیں بلکہ باطن کی اصلاح ہے۔ اگر وہ نہ ہو گی تو ظاہری رسوم کچھ کام نہیں آئیں گی۔ تصوف دراصل ان ظاہری رسوم کی روح اور جان ہے۔ تصوف کے ذریعہ ظاہری اعمال جو ہر حال میں مطلوب ہیں زندہ ہو جاتے ہیں۔ حضرت جنید تصوف کے اتنے معترف تھے کہ ایک مرتبہ انہوں نے فرمایا کہ میں سالوں ایسے لوگوں کے ساتھ رہا جو ایسے علوم میں بحث کرتے تھے جن کو میں سمجھتا تھا نہ جانتا تھا کہ وہ کیا ہیں، لیکن میں نے ان پر انکار نہیں کیا اور جو کچھ مجھے بتایا جاتا اس کو میں بغیر جانے بھی قبول کر لیتا تھا۔ [11]

حضرت جنید بغدادی کی نظر میں تصوف کا مقام تمام علوم میں اور اہل تصوف کی صحبت کا مقام تمام دیگر مشغولیات میں سب پر مقدم ہے، انہوں نے علم تصوف کے شرف و فضل کو ایک مرتبہ اس طرح بیان کیا کہ کوئی گروہ یا کوئی قوم جو کسی علم کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ میرے نزدیک صوفیہ کی جماعت سے زیادہ شرف والے نہیں ہیں اور نہ ہی ان کا علم ان کے علم سے زیادہ شرف والا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو میں کبھی بھی ان کی مجلس میں نہ بیٹھتا۔[12]

حضرت جنید کی نظر میں تصوف سب سے اہم علم ہے۔ اور راہ تصوف سب سے اہم راستہ ہے۔ صوفیہ کی صحبت سب سے اہم صحبت ہے۔ اس لیے انہوں نے فقہ جو اس زمانے میں سب سے زیادہ پڑھا جانے والا موضوع تھا اس کو چھوڑ کر تصوف کی راہ اختیار کی۔ لیکن اس کا یہ مطلب بالکل نہیں ہے کہ وہ قرآن و حدیث پر بھی اس کو فوقیت دیتے تھے۔ دراصل ان کی نظر میں تصوف قرآن و حدیث اور فقہ کے بطون سے ابھرنے والا ایسا علم تھا جس پر فلاح و کامرانی کا انحصار تھا، اس لیے وہ کہتے ہیں کہ جو قرآن نہ پڑھے، حدیث نہ پڑھے اور فقہ نہ پڑھے وہ ہمارے راستہ پر نہ چلے[13]

حضرت جنید کو علم تصوف سے لوگوں کی دوری کا بھی احساس تھا فرماتے تھے کہ پہلے ہم اپنے بھائیوں کے ساتھ بہت سے علوم پر گفتگو کرتے تھے جن کو آج کوئی نہیں جانتا اور نہ کوئی ان کو مجھ سے پوچھتا ہے، یہ دروازہ تو گویا بند ہی ہو گیا۔[14] اور علم تصوف کی وسعت دامانی کا بیان اس طرح کرتے تھے کہ اس علم کی بساط تو میں سال قبل ہی سمیٹ دی گئی۔ اب تو ہم اس کے حواشی پر گفتگو کر رہے ہیں۔[15] حضرت جنید کے بارے میں ہے کہ جب کوئی ان سے طریقت کا سبق حاصل کرنا چاہتا تو فرماتے کہ جاؤ پہلے بادشاہوں کی خدمت کرو پھر ہمارے پاس آنا چونکہ ہمارے راستہ کی ابتداء بہت سے بادشاہوں کا آخری مقام ہے۔[16] گویا تصوف کا مقام حضرت جنید کی نظر میں سب سے بلند مقام ہے اور یہی طریقہ سب سے افضل طریقہ ہے۔

**حضرت جنید کے نزدیک تصوف کے عناصر**

حضرت جنید بغدادی نے بڑی وضاحت سے بار بار ذکر کیا ہے کہ تصوف شریعت اسلامی سے الگ کوئی چیز نہیں ہے۔ شریعت کے بہتر اتباع کا نام ہی تصوف ہے، ان کا خیال ہے کہ صرف اتباع سنت کا راستہ ہی ایسا راستہ ہے جس کے ذریعہ کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ تمام راستے مسدود ہیں۔ عبد الرحمن سلمی نے طبقات الصوفیہ میں لکھا ہے کہ حضرت جنید نے فرمایا کہ مخلوق کے لیے تمام راستے مسدود ہیں۔ سوائے اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کا اتباع کیا جائے، جو اس طریقے کو لازم پکڑ لے تو اس کے لیے خیر کے تمام راستے کھلے ہوئے ہیں۔[17]

ایک اور مرتبہ فرمایا کہ ہمارا یہ علم کتاب و سنت کے اصولوں سے مقید ہے۔[18] اور ایک مرتبہ فرمایا کہ ہمارا یہ علم کتاب و سنت سے مضبوط ہے، جو شخص راہ سلوک اختیار کرنے سے قبل قرآن نہ پڑھے، حدیث نہ لکھے اور فقیہ نہ ہو تو اس کی اقتدا جائز نہیں ہے۔[19] ایک مرتبہ فرمایا کہ ہمارا یہ علم حدیث کے ذریعہ علم ہے۔[20]

تاریخ بغداد میں راوی نے لکھا ہے کہ حضرت جنید یہ بات اکثر کہا کرتے تھے۔

حضرت جنید کے استاد اور خالو سری سقطی نے بھی ان کو طالب علمی میں یہ دعا دی تھی کہ اللہ تعالی تجھے صاحب حدیث صوفی بنائے[21]

اس طرح یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت جنید بغدادی جس تصوف کے داعی ہیں۔ وہ دراصل قرآن و حدیث اور فقہ سے الگ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ قرآن و سنت ہی ہے۔ اس کی بنیاد قرآن و سنت ہے اور ان کے علم کے بغیر کوئی آدمی سلوک کی منزلیں طے نہیں کر سکتا، حضرت جنید بغدادی نے راہ سلوک میں اپنی کامیابی کو قرآن و سنت اور فقہ کی تعلیم پر مبنی قرار دیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میری کامیابی کا اصل سبب یہ ہے کہ میں نے پہلے اصحاب حدیث جیسے ابو عبید اور ابو نور کے یہاں فقہ کی تعلیم حاصل کی، پھر حارث محاسبی اور سری سقطی کی صحبت اختیار کی۔[22] یعنی پہلے حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کی پھر تصوف کی راہ اختیار کی گویا جو پڑھا تھا اس کو اپنے عمل کا حصہ بنایا۔

حضرت جنید کے احباب و متوسلین بھی بالعموم اسی منہاج پر گامزن رہے، ان میں سے اکثر کے یہاں اتباع شریعت اور اطاعت رسول کو خاص اہمیت حاصل ہے یحی بن معاذ رازی فرماتے ہیں کہ عبادت تو ایک حرفت ہے۔۔۔ اس کا راس العمال اجتھاد بالسنہ اور اس کا نفع جنت ہے۔[23] اور ایک مرتبہ فرمایا کہ

(Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

جو شخص اپنے اعمال اور افعال کو ہمہ وقت کتاب وسنت سے نہ پر کھتا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔[24]۔ حضرت جنید با عمل صوفی تھے، اور عبادت واطاعت کو اپنی کامیابی کا راستہ سمجھتے تھے، ترک عمل جس کا اس زمانے میں بعض گمراہ صوفیہ نے ادعا کیا تھا، شیخ اس کے اتنے خلاف تھے کہ اس کو چوری اور زنا سے بھی برا سمجھتے تھے۔[25] (۴۱) وہ ہر لمحہ عمل کے قائل تھے، ان کا کہنا تھا کہ عمل واحد ذریعہ ہے جس کے ذریعہ تقرب الٰہی حاصل ہوتا ہے، اور ترک عمل بڑی برائی ہے۔ قرآن پاک کی آیت

﴿وَدَرَسُوا مَا فِيهِ﴾[26]

کی تفسیر میں انہوں نے فرمایا کہ اس میں ان لوگوں پر تہدید کی گئی ہیں جنہوں نے عمل ترک کر دیا[27]

شیخ اپنے متوسلین کو بھی پورے طور پر با عمل زندگی گزارنے کی تلقین کرتے تھے، ابو جعفر طلدی کے ذریعہ حضرت جنید کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھنے کی جو روایت ہے اس میں عمل پر ان کا انحصار اور تلقین کا انداز صاف جھلکتا ہے۔ اسی عملی پہلو کو ابھارتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ اہل تصوف کے پانچ اصول ہیں۔ دن کو روزہ رکھنا، رات کو نماز پڑھنا، اخلاص کے ساتھ اعمال انجام دینا، اعمال پر مداومت کرنا اور ہر حال میں اللہ پر بھروسہ کرنا۔[28] عبادت پر شیخ کے یہاں بہت زور تھا فرمایا کرتے تھے کہ عارفوں کے لیے عبادت کا وہی مقام ہے جو بادشاہوں کے سر پر تاج کا۔[29] اعمال شریعت جیسے نماز، روزہ، تلاوت اور حج وزکوۃ کو بطیب خاطر انجام دیتے تھے، نماز کے سلسلہ میں انہوں نے فرمایا ہر چیز کا ایک امتیاز ہوتا ہے اور نماز کا امتیاز تکبیر اولی ہے

محمد بن علی بن حبیش روایت کرتے ہیں کہ حضرت جنید سے کوئی مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں اپنے معلم سے دریافت کرلوں پھر بتاؤنگا، اس کے بعد گھر گئے دو رکعت نماز ادا کی پھر باہر نکلے اور اس سوال کا جواب دیا۔[30] حضرت جنید سے نماز کی کیفیت کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ نماز کی کیفیت یہ ہونی چاہئے کہ تمام تعلقات منقطع کر کے تمام خیالات کو یکجا کر کے بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو جائے۔[31]

نمازوں میں خشوع وخضوع اور یکسوئی کا احساس اس قدر تھا کہ اگر نماز میں کوئی دنیاوی وسوسہ پیدا ہو جاتا تو اس نماز کو دوبارہ ادا کرتے تھے۔[32]

حضرت جنید آخر عمر میں بہت کمزور ہو گئے تھے لیکن انتہائی ضعف کے باوجود اور دو نوافل میں کمی نہیں کی۔ لوگوں نے کہا بھی کہ اپنے اوپر رحم کیجئے، لیکن انہوں نے جواب دیا کہ مجھے ان اعمال کی سب سے زیادہ ضرورت آج ہے چنانچہ اپنے نماز اور حلاوت کے معمولات ادا کرتے رہے، حتی کہ معین وفات سے قبل بھی انہوں نے قرآن کا ورد پورا کیا تھا۔[33] آخر عمر میں حضرت جنید کے پیروں میں ورم آگیا تھا لیکن پھر بھی انہوں نے نماز کے معمولات میں کوئی کمی نہیں کی۔[34]

احمد بن جعفر بن ھانی سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت جنید سے دریافت کیا ایمان کی علامت کیا ہے؟ شیخ نے جواب دیا ایمان کی علامت یہ ہے کہ تو جس پر ایمان لایا ہے اس کی اطاعت کرے اور وہ کام کرے جو اس کو پسند ہوں اور جن سے راضی وہ ہو، نیز فانی اور زائل ہونے والی چیزوں سے تعلق منقطع کرلے۔[35]

حضرت جنید بغدادی مسلسل روزے رکھتے تھے، لیکن جب ان کے پاس مہمان ہوتے تو پھر روزہ چھوڑ دیتے اور افطار کرتے تھے، ابو نصر سراج نے لکھا ہے کہ حضرت جنید ہمیشہ روزے رکھتے تھے لیکن جب احباب ہوتے تو افطار کرتے اور کہتے دوستوں کی صحبت بھی روزے (نفل) سے کم نہیں ہے۔[36]

حضرت جنید کے یہاں عبادات واوراد اور ریاضت میں ایک توازن ہے وہ استحلا کی انداز کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ متوازن انداز کی کرتے تھے۔ روزے بھی رکھتے، نماز بھی پڑھتے، آرام بھی کرتے اور جب نیند کا غلبہ ہوتا تو سوتے بھی تھے۔ ان کا طریقہ سنت کی پیروی کا تھا انہوں نے خود بھی اس اتباع سنت پر عمل کیا اور اسی کی تعلیم دی۔

**آپ کے اوراد اور وظائف**

حضرت جنید کے ذکر واوراد کے بھی مخصوص معمولات تھے اور اس کے لیے وہ ہاتھ میں توقع رکھتے تھے مشہور ہے کہ کسی نے ان کے ہاتھ میں تسبیح دیکھ کر کہا کہ اے ابو القاسم اس علم وفضل کے باوجود آپ یہ (تسبیح) اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں؟ (شیخ نے جواب دیا کہ اس کے ذریعے ہم اپنے خدا تک پہنچے ہیں اسے

SHNAKHAT

(Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641

Publishers: Nobel Institute for New Generation

http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

نہیں چھوڑیں گے۔[37] ایک روایت میں ہے کہ حضرت جنید روزانہ تین ہزار ہا میں ہزار تسبیحات پڑھتے تھے۔ عبادت صرف نوافل اور ذکر و اوراد کا نام نہیں ہے بلکہ دلی کیفیات کا بھی نام ہے، دل میں اللہ کا خوف آخرت کی جوابدہی کا یقین اور اللہ تعالی کی مخلوقات میں غور و فکر بھی عبادت ہے۔ حضرت جنید نے اس کو بھی عبادات میں شمار کیا ہے۔اور اس کو ذکر مخفی کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

فاما الذكر الذي يستأثر الله بعلمه دون غيره فهو ما اعتقدته قلوب وطويت عليه الضمائر ممالا تحرك به الالسنه والجوارح، وهو مثل الهيبة لله والتعظيم لله والاجلال لله واعتقاد الخوف من الله وذلك كله فيما بين العبد وربه لا يعلمه الامن يعلم الغيب والدليل على ذلك قوله عزوجل " يعلم ماتكن صدورهم[38]

چھپا ہوا ذکر وہ ہے جس کو صرف اللہ تعالی جانتا ہے، دوسرا اس سے واقف نہیں ہوتا اور وہ دل کا اعتقاد ہے۔ جو قلب میں مخفی ہوتا ہے، زبان اور اعضا و جوارح سے نہیں ہوتا جیسے اللہ تعالیٰ کا خوف، اس کی عظمت، اس کی بزرگی اور اس کی جلالت شان کا احساس، اور یہ سب صرف اللہ اور بندے کے درمیان ہوتا ہے۔ اس کو صرف وہی جان سکتا ہے جس کے پاس غیب کا علم ہو۔ اور اس کی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے۔ وہ اس کو بھی وما یعلنون جانتا ہے جو دلوں میں چھپا ہوا ہے، اور اس کو بھی جو ظاہر ہے۔ اس بات کو حضرت جنید نے ایک اور جگہ اسی طرح کہا کہ ان کی خاموشی خوف خدا سے عبارت ہوتی ہے''۔

### آپ کی عبادت سے متعلق من گھڑت روایات

حضرت جنید کی عبادت وریاضت کے سلسلہ میں بعض تذکرہ نگاروں نے حسب معمول بڑی مبالغہ آمیز باتیں بھی کہی ہیں۔ ایک نے لکھا ہے کہ وہ ہفتہ میں صرف ایک دفعہ کھانا کھاتے تھے۔[39]۔ ایک تذکرہ میں ہے کہ انہوں نے چالیس سال تک سونے کے لیے کپڑے نہیں اتارے۔[40]۔ ایک تذکرہ میں ہے کہ وہ روزانہ تین سو رکعت نفل نماز دن میں پڑھا کرتے تھے اور تین ہزار تسبیحات۔[41] ایک نے لکھا ہے کہ تمیں ہزار تسبیحات پڑھتے تھے لیکن ظاہر ہے یہ مریدان بھی پرانند والی بات ہے۔ جو صرف مبالغہ آرائی پر مبنی ہے، عملاً تو ان عبادات کا وقوع بھی ممکن نہیں۔ مثلاً ۲۴ گھنٹے میں ۱۴۴۰ منٹ ہوتے ہیں اگر ایک رکعت میں صرف دو منٹ بھی صرف ہوں تو چھ سو منٹ یعنی تقریباً دس گھنٹے کی مصروفیت تو یہی ہو گئی۔ باقی فرض نمازیں، تمھیں ہزار تسبیحات، سماجی کام، بیوی بچے، آنا جانا کھانا پینا اور سونا یہ سب کیسے ممکن ہو گا[42]

عبادات میں توازن اور استبلا کی ذکر سے اجتناب حضرت جنید کے سلوک کا امتیازی پیہلو ہے ان کے تصوف کا دوسرا امتیازی پیلو دنیا اور اسباب دنیا کے بارے میں ان کا رویہ ہے اس میں بھی وہ عام نہ باد کی مفروضہ روش سے بالکل منظر و نظر آتے ہیں۔ انہوں نے زہد کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ زہد یہ ہے کہ آدمی کے ہاتھ ملکیت سے خالی ہوں اور دل طمع سے[43] لیکن واقعہ یہ ہے کہ حضرت جنید نے کبھی ترک دنیا نہیں کیا اور نہ اس کی تعلیم دی بلکہ انہوں نے فرمایا کہ دنیا کو حقیر سمجھنا، اور دل سے دنیا کی محبت کے آثار مٹا دینے کا نام زہد ہے۔[44] اور خود ان کا عمل بھی ترک دنیا نہیں تھا وہ زندگی بھر دکان کرتے رہے، اگرچہ بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ وہ دکان میں پردہ لڑکا کر تین سو رکعت روزانہ پڑھتے تھے۔[45] لیکن ظاہر ہے یہ بات درابیہ درست نہیں ہے، چونکہ یہ بات معلوم ہے کہ انہوں نے ایک تجارت ترک کر کے دوسری تجارت اختیار کی تھی، جو ان کے تجارتی رجمان کی دلیل ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ بازار جانا اور دکان میں پردہ ڈال کر نوافل پڑھنا یہ تو دکھاوا ہو گیا جس کی توقع حضرت جنید سے نہیں کی جاسکتی۔ مزید برآں اس روایت میں متنی اضطراب بھی ہے چونکہ کسی روایت میں تین سو رکعات کا ذکر ہے کسی میں چار سو کا اور کسی میں دن میں پڑھنے کا ذکر ہے اور کسی میں رات میں پڑھنے کا۔

حضرت جنید کے یہاں ترک دنیا کا مفہوم بظاہر دنیا کو چھوڑ دینا نہیں بلکہ دنیا کی محبت کا چھوڑ دینا ہے۔ اس لیے حضرت جنید دنیا کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ دنیا وہ ہے جو دل پر چھا جائے اور اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے۔ (مادنا من القلب وشغل عن الله)[46] شیخ کے نزدیک اصل ناپسندیدہ چیز مال کا ہونا نہیں بلکہ مال کی طبع کا ہوتا ہے، چونکہ لالچی بنیادی خرابی ہے۔ اگر لالچ نہ ہو تو مال تقرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔ حضرت جنید نے لالچ کے بارے میں فرمایا ہے کہ اہل علم کے دل میں اگر علم کے ساتھ دنیا طلبی کی طبع بھی ہو تو یہ اللہ تعالی کے یہاں اس کے درجات کو بہت زیادہ کم کرنے والی ہے۔[47] ایک مرتبہ فرمایا کہ فضیلت تقوی اختیار کرنے میں

(Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

ہے فقیری یاامیری میں نہیں۔[48] عام طور پر صوفیہ کا رویہ یہی رہا ہے کہ دنیا کی طمع دنیا ہے یا وہ چیز دنیا ہے جو خدا سے غافل کر دے، مال واسباب یا زن وفرزند دنیا نہیں ہے

**حضرت جنید بغدادی کے تصوف کے امتیازی پہلو**

حضرت جنید کے تصوف کا ایک امتیازی پہلوان کا معاشرتی زندگی سے وابستہ رہنا تھا، بعض صوفیہ خلوت نشینی اور عزلت گزینی کی بات کرتے ہیں۔ خلوت کو بعد کے تذکرہ نگاروں نے اس معنی میں لے لیا کہ آدمی کا معاشرہ سے کٹ کر گوشہ گیر ہو جانا خلوت یا عزلت ہے جیسے راہب یا جوگی کرتے ہیں، لفظ کے لغوی معنی نے ان کی مدد کی اور وہ تصوف یا سلوک کی ایک بنیاد بن گئی۔ حضرت جنید نے بھی خلوت نشینی کی بات کہی ہے لیکن ان کا خلوت کا تصور معاشرہ سے کٹ جانا نہیں ہے بلکہ غیر مطلوب لوگوں کی صحبت سے بچنا اور زیادہ وقت اپنے اصحاب کی صحبت میں گذارتا ہے اور یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے، ہر شخص اپنے ہم مذاق اور ہم مشرب لوگوں کے درمیان ہی رہنا چاہتا ہے۔ لیکن اس وقت بغداد میں خاص طور پر خلوت نشینی کا ایک مطلب اور بھی تھا اور یہ تھا کہ حکومت کے عہدوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے چنانچہ شیخ نے فرمایا:

جو شخص اپنے دین کی سلامتی چاہتا ہے اور اپنے جسم اور قلب کو راحت دینا چاہتا ہے وہ لوگوں سے الگ ہو جائے (خلوت اختیار کر لے) کیونکہ یہ وحشت کا زمانہ ہے اور عقلمند وہی ہے جو اس زمانہ میں تنہائی اختیار کر لے۔[49]

حضرت جنید کی مراد حکومت کے عہدوں سے گوشہ گیری ہے جیسا کہ ڈاکٹر عبدالحق انصاری نے بالکل درست طور پر لکھا ہے۔[50] چنانچہ حضرت جنید کے جن احباب و متوسلین نے حکومت کے عہدے قبول کیے جیسے رویم اور عمرو بن عثمان ملکی وغیرہ شیخ نے ان پر سخت تنقید کی ہے اور ان سے کلام تک بند کر دیا (اے) اس لیے حضرت جنید کے یہاں خلوت اختیار کرنے کی جو بات کہی گئی اس کا مطلب معاشرہ سے کٹ جانا اور اپنے گھر میں یا پہاڑوں اور جنگلوں میں جا ر بنائیں ہے بلکہ غیر مطلوب صحبت اور حکومت کے عہدوں سے اجتناب کرتا ہے۔ حضرت جنید نے بھی زمانہ کے خراب ہو جانے کی بات کہی ہے کہ موجودہ زمانے میں عافیت اسی میں ہے کہ آدمی گوشہ نشینی اختیار کر لے، اسی طرح کی بات شیخ سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ آدمی گوشہ نشینی اختیار کر لے یہ اس کے لیے لوگوں سے میل جول اور ان کی خاطر مدارات کے مقابلے میں آسان ہے۔[51]

دراصل حضرت جنید کے یہاں خلوت کا یہی مفہوم ہے۔ نہ وہ خود کبھی معاشرے سے الگ ہوئے اور نہ انہوں نے اس کی دعوت دی وہ خود معاشرے سے وابستہ رہے دکان کرتے رہے ان کے یہاں اکثر مہمان آتے اور ان کے ساتھی صوفیہ تو روزانہ حاضر رہتے۔ حضرت جنید لوگوں سے خط و کتابت کرتے مسجد میں نماز ادا کرتے اور وعظ کہتے تھے، غریبوں کی مدد کرتے، ضرورت مندوں کی خبر گیری کرتے، جنازوں کی مشایعت کرتے اور احباب کے ساتھ چہل قدمی بھی کرتے تھے۔ حضرت جنید سے کسی نے دریافت کیا کہ خلوت کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا:

"سلامتی ان لوگوں کا ساتھ دیتی ہے جو سلامتی چاہیں، مخالفت چھوڑ دیں اور ان چیزوں کی طرف بار بار جھانکنا ترک کر دیں جن کو چھوڑنا واجب ہے۔[52]

اس عبارت میں شیخ نے واضح کر دیا ہے کہ ان کی نظر میں خلوت دراصل ایسے تعلقات اور ایسی مجلسوں سے اجتناب ہے جن کے ذریعے انسان کی سلامتی کے خطرے میں پڑنے کا اندیشہ ہو، جیسے حکومت وسیاست اور خدا بیزار دنیا داری وغیرہ۔

اس طرح خلوت ان کے یہاں نام ہے ایسی داخلی یکسوئی کا جس میں سالک معاشرہ میں رہتا ہے اور اپنے سارے فرائض انجام دیتا ہے۔ دوستوں سے بھی ملتا ہے، لیکن اس طرح رہتا ہے کہ گویا وہ معاشرہ میں رہتا ہی نہیں وہ جسم کے ساتھ معاشرہ میں رہتا ہے اور اس کا دل اللہ کی فرمانبرداری میں انکار ہتا ہے، معاشرے کے اندر اس کا رہنا بھی اطاعت الٰہی کے امتثال کے لیے ہوتا ہے وہ زندگی کے سارے معمولات انجام دیتا ہے لیکن اس کا دل اللہ کی فرمانبرداری میں انکار ہتا ہے حضرت جنید نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے ایسے بندی ہیں جو اپنے جسموں سے دنیا میں رہتے ہیں لیکن ان کے دل دنیا سے الگ رہتے ہیں''۔[53]

(Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641

Publishers: Nobel Institute for New Generation

http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

حضرت جنید بغدادی کے تصوف کا ایک امتیازی پہلو یہ ہے کہ وہ صوفیہ کے بارے میں عام تاثر یعنی تجرد کے بر خلاف مقابل تھے۔انہوں نے نکاح بھی کیا ان کی اولاد کا کر اوپر آ چکا ہے۔اسی طرح انہوں نے کبھی ترک علائق کی تعلیم نہیں دی ان کے حلقے کے سبھی صوفیہ متاحل تھے۔ شبلی نے شادی کی، ابوالحسین بن ابی الحواری جن کو حضرت جنید ر بجانۂ الشام کہتے تھے۔انہوں نے چار شادیاں کیں وغیرہ۔[54]

مقابل زندگی سے متعلق حضرت جنید بغدادی کا ایک مشہور مقولہ ہے کہ مجھے بیوی کے ساتھ صحبت کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کھانے کی (احتاج الی الجماع کما احتاج الی القوت)(ے سے )روضات الجنان میں اس پر یہ اضافہ ہے کہ بیوی بھی دراصل تقویت اور دل کی پاکیزگی کا سبب ہے۔[55] یہ آخری فقرہ غالبا بعد میں تشریح کے لیے بڑھایا گیا ہے۔

**حضرت جنید کے نزدیک شریعت اور طریقت**

حضرت جنید کے یہاں تصوف شریعت سے الگ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ احکام الٰہی اور سنت رسول کو رسول کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق عمل میں لانے کا نام تصوف ہے، وہ نہ عبادات میں استہلاک اور نفس کشی کی بات کرتے ہیں نہ توحید وجودی اور جمع وا اتصال کی بات کرتے ہیں۔ قطع علائق کا مفہوم بھی ان کے یہاں صرف غیر مطلوب تعلقات کو منقطع کرنا ہے۔ ورنہ احباب سے ملنا معاشرتی ذمہ داریاں ادا کرنا، نکاح و ازواج ان کے طریقہ کا حصہ ہیں، صوفیہ سے منسوب کرامات کا دو انکار نہیں کرتے لیکن ان کو ناپسندیدہ قرار دیتے ہیں، ان کی نظر میں سالک کو کرامات پر توجہ نہیں دینی چاہئے۔ حضرت جنید کے تصور تصوف کی وضاحت کرتے ہوئے ابوعبدالرحمن سلمی نے اپنی کتاب آداب الصوفیہ میں لکھا ہے:

سمعت ابا الحسن المالكي يقول قيل للجنيد ما بال اصحابك ياكلون كثيرا قال لانهم لا يشربون الخمر فيكون جوعهم اكثر و قيل له ما بالهم بهم قوة شهوة قال لانهم لا يزنون و لا يدخلون تحت محظور فقيل له فما بالهم لا يطربون اذا سمعوا القرآن قال فی القرآن ما يو جب الطرب كلام الحق نزل بامر و نهی و وعد وعيد فهو يقهر قيل فما بالهم لا يطربون عند القصائد قال لانہ مما عملت ایدیھم قیل فما بالھم لایطربون عند الرباعیات قال لانہ كلام العشاق والمجانين قيل فما بالهم محرومين عن الناس قال انا لا اقول فی هذا شيئا ولكن قال استاد نا محمد القصاب حين سئل عن ذلك فقال لثلاث خصال احداها ان الله لا يرضى مال هولاء لهولاء والثانية انه لا يرضى ان يجعل حسناتهم في صحائف هولاء والثالثه انهم قوم لا يشيرون الا الی الله فتمعهم عن كل شئی وجہ سواه و افردهم له[56]

میں نے ابوالحسن مالکی سے سناوہ فرماتے تھے کہ حضرت جنید سے پوچھا گیا کہ آپ کے اصحاب کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ بہت کھاتے ہیں انہونے جواب دیا کہ وہ شراب نہیں پیتے اس لیے ان کو بھوک زیادہ لگتی ہے ان سے پھر پوچھا گیا کہ ان کو کیا ہو گیا ہے کہ ان کی قوت شہوانیہ بڑھی ہوئی ہے فرمایا چونکہ وہ زنا نہیں کرتے اور نہ کوئی اور ناجائز کام کرتے ہیں۔ان سے پھر پوچھا گیا کہ جب قرآن سنتے ہیں تو وجد میں کیوں نہیں آتے فرمایا کہ قرآن میں ایسا کیا ہے کہ لوگ وجد میں آئیں وہ تو اللہ کا کلام ہے جو امر و نہی اور وعد و وعید کے ساتھ نازل ہوا ہے پھر پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ وہ قصائد سنکر طرب میں نہیں آتے فرمایا اس لیے کہ وہ تو ان کے اپنے ہاتھوں کے کمائے ہوئے ہیں۔ پھر پوچھا گیا کہ وہ رباعیات سن کر موج میں کیوں نہیں آتے فرمایا چونکہ وہ عاشقوں اور مجنونوں کا کلام ہے۔ پھر پوچھا گیا کہ وہ لوگوں سے کیوں محروم ہیں فرمایا کہ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہوں گا لیکن وہ بات کہوں گا جو ایسے ہی سوال کے بارے میں میرے استاد محمد نے کہی تھی انہوں نے فرمایا تھا کہ ایسا تین خصائل کی سے ہے ایک یہ کہ اللہ تعالی پسند نہیں فرماتا کہ ان کا مال ان کو ملے دوسرے یہ کہ اللہ تعالی ان کی نیکیاں ان کے صحائف میں نہیں رکھنا چاہتا اور تیسری یہ کہ یہ لوگ صرف اللہ تعالی کے لیے خالص ہو گیے ہیں تو اللہ تعالی نے بھی ان کو اپنے لیے خالص کر لیا ہے۔

حضرت جنید بغدادی نے اپنے اس اصلاحی اور تجدیدی کام میں متکلمین، فلاسفہ اور صوفیہ کی اصطلاحات استعمال کیں جیسے قدیم و محدث، حادث فناء، بقاء ،مشاہدہ اس طرح کی اصطلاحات دراصل اس وقت کی ضرورت تھیں ان کو جو تجدیدی کارنامہ انجام دینا تھا اس کے لیے ان اصطلاحات کا استعمال کرنا ضروری تھا اس لیے انہوں نے ان اصطلاحات کو استعمال کیا۔اس دور میں ایمان کے گھٹنے بڑھنے کا مسئلہ بھی مہمات مسائل میں سے تھا۔ حضرت جنید نے اس پر بھی کلام کیا

(Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

ہے۔ لکھاہے "تصدیق (ایمان) بڑھتاہے گھٹتا نہیں، کیونکہ اس میں کمی تو ایمان سے خارج کر دیتی ہے اور ایمان اس تصدیق کا نام ہے کہ اللہ ہے، اس کے وعدے اور وعیدیں برحق ہیں اور ان میں تو معمولی شک بھی کفر ہے۔ یعنی ایمان قوت اور یقین کے اعتبار سے نیز زبان سے اقرار کے اعتبار سے نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے، ہاں اعضاء و جوارح کے اعمال گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں۔[57]

اس طرح حضرت جنید کی گفتگو دراصل انہی دائروں میں تھی جو ان کے عہد کے مروجہ علوم تھے سب سے اہم مسئلہ توحید کا تھا اس پر بھی شیخ نے گفتگو کی، ایمان میں کمی و زیادتی کا مسئلہ بھی مہمات مسائل میں تھا اس پر بھی کلام کیا۔ حضرت جنید نے تصوف کے لیے یہ منہاج مقرر کیا اور اس کے ذریعہ تصوف کی پوری فکر قرآن و سنت کے دائرہ میں محدود رہی۔

حضرت جنید کے بعد بھی توحید سے مراد وحدت وجود اور فناء سے مراد ذات واحد میں ضم ہو جانے کا دعا کیا جاتا رہا۔ شیخ اکبر ابن عربی اور امام غزالی نے وحدت وجود اور توحید وجود کی بات کہی بعض صوفیہ اسقاط اعمال کی بات بھی کہتے رہے لیکن یہ سب شندوڈ ثابت ہوئے۔ وحدت الوجود کے بانی شیخ اکبر بھی اسقاط الاعمال کی بات نہ کہہ پائے۔ حالانکہ انہوں نے حضرت جنید پر تقید بھی کی ہے۔

حضرت جنید کا مقام تصوف کی تاریخ میں سب سے بلند ہے۔ انہوں نے تصوف کو ایک باطنی مذہب بننے سے روکا اور اس کا موقع دیا کہ تصوف اسلام کے دائرے میں ہی برگ و بار لائے۔ اس لیے بعد میں تصوف کے بہت سے ناقدین نے تصوف کی دو قسمیں کیں ایک تصوف سلفی اور دوسرا تصوف فلسفی[58] (۱۰۱) اور واقعہ یہ ہے کہ تصوف جب بھی قرآن و سنت کے منہاج مستقیم سے دور ہوا اس کو عمومی مقبولیت حاصل نہ ہو سکی، چاہے وہ شیخ اشراق سہروردی کا ھر مزی اشراق رہا ہو، چاہے ابن عربی کا وحدت الوجود اور تصوف کی تاریخ کا یہ کارنامہ صرف حضرت جنید بغدادی کی شخصیت کے ذریعہ ممکن ہو سکا۔

**فنا اور بقا کا تصور**

حضرت جنید بغدادی نے بھی فناء اور بقاء کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار اپنے مخصوص انداز میں کیا ہے، کہیں صرف فناء کا ذکر کیا ہے اور کہیں فناء اور بقاء دونوں کا ذکر ایک ساتھ کیا ہے لیکن فناء پر ان کا زور کافی ہے چونکہ اصل فناء ہے اور سالک کا اپنا عمل بھی فناہ تک ہی محدود ہوتا ہے۔ اس کا کام اپنے آپ کو تاہ کر دینا ہے پھر اس کی بقا خالصہ ذات الہی کا فیضان ہوتا ہے، سالک صرف فناء کا مکلف ہوتا ہے۔ اس لیے بسا اوقات صرف فناء کا ذکر کیا جاتا ہے، اور بقاء کو اس کا لازمہ سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً ایک مرتبہ حضرت جنید نے ارشاد فرمایا تمہارا اپنے اوصاف سے ہمہ تن گنگ ہو جاتا اور اپنی ذات کو ہمہ تن عمل میں لگائے رکھنا فناء ہے۔[59] (۱۵۴)

حضرت جنید بغدادی دراصل فناء کو ایک ضرورت سمجھتے ہیں۔ حضرت جنید نے فناء پر ایک مستقل رسالہ تصنیف کیا ہے اور اس میں بتایا ہے کہ فناء احساس وجود کی نفی کا نام ہے، یہ ناء کا آخری مقام ہے جو صرف بہت ہی مخصوص لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔ صحیح نے لکھا ہے۔

اھل الخاصہ اور خاصۃ المتخصصۃ کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ حضور ان کے لئے گم گشتگی ہے اور مشاہدہ کے ذریعہ ان کا محظوظ ہونا در حقیقت مصیبت ہے۔ اس لئے کہ وہ ہر اس رسم سے محو ہو گئے جو ان کے ساتھ ہو۔ یا وہ اس کا خود مشاہدہ کریں چونکہ جو چیز ان پر غالب ہو گئی ہے اس نے ان کو ان کی ذات و صفات سے محو کر دیا ہے اور ان کو فناء کر دیا ہے"۔ کو حضرت جنید نے ایک اور مقام پر فناء کی حقیقت اور اس کی اقسام بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

شدت طلب، اور طلب مطلوب کے حقوق کی رعایت، اس راہ کی شرائط کا ادا کرنا، اپنے نفس کے لیے اللہ نے جو رعایتیں رکھی ہیں ان کو لحوظ رکھنا، اس کے ذریعہ اللہ تعالی تم کو تمہاری مطلوب فناء اور (اس کے آگے) بقاء تک پہنچا دے گا اور تجھے تیرے مقصود تک پہنچا دے گا پھر تو اس کے باقی رکھنے سے باقی رہے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ موحد کی توحید واحد کے باقی انے پر ہے اگر موحد فناء ہو جائے تو پھر تو تو ہے اور جب درمیان سے تو نکال دے تو پھر تیری فناء باقی ہے (یعنی فنا ایک کیفیت کا نام ہے۔ جب بندہ اپنی نفی کرتا ہے تو فناء ثابت ہو جاتی ہے اور جب اپنا اثبات کرتا ہے تو فناء غائب ہو جاتی ہے)

فناء کی تین قسمیں ہیں۔ افناء صفاتی یعنی صفات اخلاق اور مزاج کو فناء کر کے عبادت اور اعمال میں مشغول ہوتا۔ اس راہ میں خوب جد و جہد کرتا نفس کی مخالفت کرنا اور نفس کو مجبور کرنا تا کہ وہ اپنے خلاف امور کو انجام دے۔ دوسری فناء لذات نفس کو فنا کر دینا اور ہر لذت و خواہش کو عبادات میں تلاش کرنا اور اللہ

تعالیٰ کے مطالبات کو پورا کرنا تا کہ تیرے اور اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہ رہے۔ ۳۔ تیسری فناء مشاہد و حق کے غلبہ کی وجہ سے حقیقت کو نہ دیکھ سکتا۔ اس وقت تو فانی بھی ہے باقی بھی اور موجود بھی چونکہ تیری فنا محقق ہو چکی ہے اور تیرا وجود باقی ہے لیکن انفرادیت ختم ہو چکی ہے۔[60]

**سماع اور وجد**

حضرت جنید کے نزدیک سماع صرف وجد کے وقت ہی کیا جا سکتا ہے۔ بغیر وجد کے سماع کرنا پسندیدہ نہیں ہے۔ اس بات کو حضرت جنید نے اس طرح بھی فرمایا ہے کہ جو سماع کا خواہشمند ہوتا ہے سماع اس کے لیے فتنہ بن جاتا ہے لیکن جو سماع سے دوچار ہو جاتا ہے اس کے لیے سماع راحت کا سامان ہے۔[61]

اس طرح گویا حضرت جنید سماع کے قائل ہیں۔ اور اس کو جائز قرار دیتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ سماع محض تفریح طبع کے لیے نہ ہو بلکہ سماع مسالک کی ضرورت ہو یعنی سالک اس وقت کی کیفیات سے دوچار ہو۔ ایسے سالک کے لیے سماع درست ہے اور اسے مالک کو ہی کرنا چاہیے ورنہ جو شخص محض سماع کا خواہشمند ہوتا ہے تو شیخ کے الفاظ میں گویا اس کے اندر بھی بے ہودگی باقی ہے۔[62]

حضرت جنید سماع کے لیے دوسری شرط یہ قرار دیتے ہیں کہ مکان اور صحبت بھی ہونا چاہیے اصحاب سلوک کی صحبت اگر میسر نہ ہو تو تنہا سماع ناپسندیدہ ہے چونکہ سماع کے لیے وقت حال اور صحبت مینوں ضروری ہیں۔ مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ حضرت جنید سماع کی اجازت دیتے ہیں لیکن یہ بات بہر حال محوظ رہے کہ وہ سماع کے صرف جواز کے قائل ہیں اس کے لزوم کے نہیں اور چونکہ اصولا شریعت میں سماع جائز ہے اس لیے حضرت جنید اس کی حرمت کے قائل تو ہو ہی نہیں کئے تھے لیکن اس کے غلط استعمال کی وجہ سے اس کو کم اہمیت دیتے تھے سماع کے لیے انہوں نے کچھ شرائط عائد کیں تا کہ ہر کوئی ہمہ ات نغمہ و موسیقی کو ساع سمجھ کر نہ استعمال کرنے لگے اس طرح حضرت جنید نے بار بار یہ یاد دہانی کرائی ہے کہ اصل سرمایہ توکل اور خوف ہے یعنی سامع جائز ہے لیکن سماع خوف کے منافی ہے اس لیے سالک کو اس سے اجتناب کرنا چاہئے چنانچہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس بہت سے ایسے اشعار تھے جن کا سماع کیا جاتا ہے۔ لیکن میں ان کو چھپا کر رکھتا تھا چونکہ میرا اصل بھروسہ اعتماد اور خوف پر تھا۔[63]

**نتائج**

حضرت جنید بغدادی نے تصوف کو از سر نو مرتب کیا ہے انہوں نے معاصر صوفیہ اور دیگر افکار کے مقابلے میں تصوف کو شریعت کے اصولوں پر مدون کیا شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت جنید نے سب سے پہلے تصوف کے قوانین وضع کیے۔ انہوں نے جو بنیادیں قائم کیں ان میں پہلی بنیادی یہ تھی کہ طریقت کو مکمل طور پر شریعت کے ماتحت ہونا چاہئے۔ اصل بنیاد قرآن و سنت ہے اور ہمارا علم تصوف بھی اس سے مضبوط ہے اور اس میں مقید ہے۔ دوسری بنیاد یہ ہے کہ سالک کو اپنی عملی زندگی میں مکمل پابند شریعت ہونا چاہئے اگر اس کی زندگی میں اول سے آخر تک کہیں بھی ترک عمل کا رجحان ہے تو وہ بڑی کوتاہی ہے شریعت پر پابند رہنا اور ہمہ وقت عمل کرتے رہنا ہر سالک کے لیے ضروری ہے۔

ان کے تصوف کی تیسری بنیاد توازن ہے، سالک کو عبادات میں اور معاشرت وغیرہ ہر پہلو میں میانہ رو ہونا چاہئے عبادات میں استھلاک یا ذکر و مراقبہ کے ذریعے نئے جہانوں کی سیر کی خواہش ان کے نزدیک ناپسندیدہ ہے اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔ اس کے ساتھ ایک اہم مسئلہ زہد کا ہے عام طور پر صوفیہ زہد کے نام پر ترک دنیا کی تعلیم دیتے رہے ہیں لیکن حضرت جنید بغدادی نے ترک دنیا کی دعوت نہیں دی۔ بلکہ زہد کی تعریف یہ بیان کی کہ دل میں دنیا کو چھوٹا جاننا، ورنہ وہ خود تجارت کرتے رہے اور اپنے متوسلین کو نصیحت کرتے رہے کہ حلال کمائی کے ذریعے رزق تلاش کرو اور حرام سے بچو۔ حضرت جنید کے تصوف کا ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ اس میں عزلت گزینی اور معاشرہ کو چھوڑ کر گوشہ گیر ہو جانا یا اولاد و ازواج کو ترک کر دینا ناپسندیدہ ہے، وہ معاشرے میں رہنے اور معاشرتی ذمہ داریاں اٹھانے کو دینی فریضہ قرار دیتے ہیں اور معاشرت کی ضرورت بھی قرار دیتے ہیں۔ حضرت جنید کے تصوف کا ایک اور نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ کرامات کو سخت ناپسند کرتے ہیں اور کرامات کو حجاب قرار دیتے ہیں۔ ان کی نظر میں کشف والہام کی قطعا کوئی اہمیت نہیں ہے فرماتے ہیں الہام توفیق کا نام ہے یعنی کوئی نیک کام کر لیا یہی الہام ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں ابو عبد الرحمن سلمی نے آداب الصوفیہ و حسن العشیرہ میں حضرت جنید کے تصور تصوف کی وضاحت کی ہے

(Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت جنید سماع کو بھی ناپسند کرتے تھے۔ اگرچہ یہ بات درست ہے کہ وہ مجلس سماع میں شریک ہوتے تھے لیکن ان سے وجد میں آنا یا رقص کرنا ثابت نہیں ہے۔

حضرت جنید بغدادی کے عہد میں اسلام کے اندر زبردست فکری متنوع اور نظریات اختلافاتی تھے۔ ان اختلافات کے درمیان تصوف کا بھی ایک نقطہ نظر تھا اور تصوف میں خود بھی بڑی رنگارنگی اور تنوع تھا۔ حضرت جنید بغدادی کا اصل مقام یہ ہے کہ ان شدید اختلافات اور نظریاتی تنوع کے درمیان انہوں نے تصوف کی ایسی مستحکم بنیادیں قائم کی کہ تصوف آج تک موجود ہے اور اپنا فرض نصبی ادا کر رہا ہے ورنہ ہر فکر اور ہر نظریہ جو اس وقت رائج تھا آج قصہ پارینہ بن چکا ہے۔ حضرت جنید بغدادی کی تاریخ تصوف میں اصل اہمیت یہی ہے کہ انہوں نے تصوف کو پائیداری اور استحکام بخشا اور ہزاروں اختلافات کے درمیان اصل بات کو شناخت کر لیا۔

حضرت جنید بغدادی نے تصوف کے سلسلے میں جو توضیحات کی ہیں ان میں سے اہم توضیح ان کا تصور توحید ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ توحید کا مطلب ہے قدیم کو حادث سے الگ کرنا یعنی یہ یقین کرنا کہ جو حادث ہے وہ اس سے کلیتہ الگ ہے جو خالق و مالک ہے۔ وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں وہ ہر ایک کا مالک اور ہر چیز پر قادر ہے۔ بعض لوگوں جیسے آرسی زمیز اور لوکس مستیوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت جنید توحید فعلی کے قائل تھے، حالانکہ ان کی فکر مکمل طور پر شریعت کے تابع تھی اور دو بندے کے افعال کا خالق تو اللہ کو مانتے تھے لیکن فاعل خود انسان کو مانتے تھے اس لیے انسان کو سزا و جزا بھی ہے، ورنہ اگر ہر فعل کا فائل بھی اللہ تعالی کو قرار دیا جائے تو سزا و جزا بے معنی ہو جاتی ہیں۔

حضرت جنید تصوف کے امتیازی پہلوؤں میں فناء اور بقاء کو بھی قرار دیتے ہیں۔ حضرت جنید کا زور اس پر ہے کہ اپنے طبعی تقاضوں کو فنا کر کے ہمہ وقت عمل میں رہنا اور پھر اپنے اوصاف کو بھی محو کر دینا فناء ہے یہ فناء ہے کہ ہر چیز میں حق کا مشاہدہ کرے اور غیر حق سے کلیہ بے نیاز ہو جائے۔ حضرت جنید کی نظر میں فناء ذات الہی میں مدغم ہو جانے یا انفرادیت کو ختم کر کے ذات واجب الوجود میں ضم ہو جا کا نام نہیں ہے۔ بلکہ اپنے برے اوصاف کو تاہ کر کے اوصاف حسنہ کو باقی رکھنے اور خوبیوں کے پروان چڑھانے کا نام ہے۔

حضرت جنید کے تصور تصوف کی وضاحت میں ایک بات مورخین نے لکھی ہے کہ ان کا نظریہ توحید میثاق الست پر منی تھا، یعنی انہوں نے عہد الست کو توحید کا معیار قرار دیا اور عہد الست کا مطلب یہ لیا کہ جس طرح انسان اس دنیا میں آنے سے قبل الست کے دن ذھن الہی میں ایک خیال تھا اس طرح دوبارہ شعوری طور پر ذہن الہی میں خیال بن جانا سالک کی غایت ہے لیکن شیخ پر یہ ایک ادعا ہے انہوں نے یہ بات کبھی نہیں کہی بلکہ انہوں نے عبد الست کو ایک طبعی اور ظاہری واقعہ مراد لیا ہے بالکل اسی طرح جس طرح قرآن وسنت میں مذکور ہے۔ وہ ذھن الہی میں خیال ہونے کو تسلیم نہیں کرتے۔ دراصل ان سے کسی نے پوچھا کہ میثاق الست کے کیا معنی ہیں۔ انہوں نے تفصیل سے اس کا جواب دیا اس جواب میں بعض عبارتوں سے ذھن اٰلھی میں خیال ہونے کی بات مستنبط کی گئی ہے۔ حالاں کہ وہ اس کے قائل تھے کہ عہد الست میں بندہ جس طرح موحد تھا کہ اس کے سامنے سوائے معبود بر حق کے کوئی اور معبود نہیں تھا۔ اسی طرح موجود و زندگی میں اسی درجہ کی توحید کا اعتراف مطلوب ہے، میثاق الست توحید کی حقیقت کے لیے ایک معیار ہے اور اس کی تشریح کا ذریعہ ہے۔

**سفارشات**

ا۔ مقالہ ہذا میں یہ سفارش کی جاتی ہے کہ جن صوفیاء کرام نے تصوف کو قرآن وسنت سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی ہے ان کے کام اور کردار کو اجاگر کیا جائے۔

۲۔ تصوف کے ارتقاء میں ایسے صوفیاء کرام جن کا شمار مفسرین اور محدثین میں بھی ہوتا ہے ان کے کام کو نمایاں کرنے کی ضرورت ہے۔

(Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

## حوالہ جات مقالہ:


1 ۔ شمس الدین الذھبی: **سیر اعلام النبلاء**، تحقیق اکرم البوشی، (بیروت، موستہ الرسالہ، ۱۹۹۲)، تذکرۃ الجنید، ۱: ۴۳۲

2 ۔ سید شریف احمد شرافت، **شریف التواریخ**، (گجرات، ادارہ معارف نوشاہیہ ۲۰۰۶ء)، 53

3 ۔ عبدالرحمن السلمی، **طبقات الصوفی**، تحقیق نورالدین شربہ (مصر، ۱۹۵۳)، ۴۳۲

4 ۔ ابو بکر الکلاباذی: **التعرف لمذہب اہل التصوف**، تحقیق عبدالحلیم محمود اور طہ عبدالباقی سرور (قاہرہ)، ۲۵

5 ۔ ابوالقاسم القشیری، **الرسالہ**، ۲: ۵۵۰

6 ۔ کلاباذی، **التعرف لمذہب اہل التصوف**، ۲۵

7 ۔ أبوالحسن علی بن عثمان الہجویری، **کشف المحجوب**، (مؤستہ المطبوعات امیر کبیر)، ۴۴

8 ۔ خطیب بغدادی، **تاریخ بغداد**، (مصر، مطبع السعادہ ۱۹۳۱) ۵: ۳۰

9 ۔ القشیری، ابوالقاسم، الرسالہ، مترجم: ڈاکٹر پیر محمد حسن (اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی)، ۵۵۳

10 ۔ ابو نصر السراج: **اللمع في التصوف**، (تحقیق عبدالحلیم محمود اور عبدالباقی سروری)، ۴۱

11 ۔ القشیری، **الرسالہ**، ۲: ۵۵۲

12 ۔ أبو نصر، اللمع في التصوف، ۲۳۹

13 ۔ تاج الدین سبکی، **طبقات الشافعیہ**، (قاھرہ: داراحیاء التراث) ۲: ۲۷۳

14 ۔ ابو طالب مکی: **قوت القلوب**، (مصر، مطبع مصطفی البابی ۱۹۶۱)، ۱: ۲۲

15 ۔ نفس مصدر، ۱: ۲۳۰

16 ۔ عبدالروف المتاوی: **الکواکب الدریہ في تراجم السادۃ والصوفیہ**، تعلیق محمود (مصر، حسن رائج طبع ۱۹۳۸) ۱: ۲۱۲

17 ۔ عبدالرحمن السلمی، **طبقات الصوفیہ**، (لاہور: مکتبہ اسلامیہ)، ۵۹، الرسالہ، ۱۰۶

18 ۔ القشیری، **الرسالہ**، ۱۱۷

19 ۔ عبدالرحمن السلمی، طبقات الصوفیہ، ۱۵۹، ابو نعیم الاصفہانی، **حلیۃ الاولیاء**، (بیروت: دارالکتاب، ۱۹۸۰)، ۲: ۵۵۵

20 ۔ خطیب بغدادی، **تاریخ بغداد**، ۲۴۳

21 ۔ عبدالرؤف المناوی، **الکواکب الدریۃ**، (مصر: مکتبہ ازھریہ)، ۱: ۲۱۲

22 ۔ تاج الدین، **طبقات الشافعیہ**، ۲: ۲۷۳

23 ۔ ابن العماد: **شذرات الذہب**، (بیروت: دار ابن کثیر ۱۹۸۸)، ۲۶۰

24 ۔ نفس مصدر، ۳: ۳۷۲

25 ۔ السلمی، **طبقات الصوفیہ**، ۱۵۹، الرسالہ، ۱۱۷

26 ۔ القرآن: ۷: ۱۶۹

27 ۔ خطیبب بغدادی، **تاریخ بغداد**، ۲: ۲۱۰

28 ـ أبونصر سراج، **اللمع في التصوف**، ٣١٨

29 ـ اصفہانی، ابونعیم، **حلیۃ الاولیا**، ١٠: ٢٧٧

30 ـ خطیب بغدادی، **تاریخ بغداد**، ٢: ٢٧٥

31 ـ شہاب الدین سہروردی، **عوارف المعارف**، (لاہور: پروگیسو بک)، ٣٢٤

32 ـ سید صباح الدین، **تذکرۃ الاولیاء**، (نئی دہلی، مکتبہ دہلی)، ١٠٢

33 ـ اصفہانی، **حلیۃ الاولیاء**، ١٠: ٢٤٤

34 ـ خطیب بغدادی، **تاریخ بغداد**، ٢٤٧

35 ـ ابن القیم الجوزیہ، **مدارج السالکین**، (بیروت: دار الکتاب العربي، ١٩٧٢)، ١٢٣

36 ـ ابونصر السراج، **اللمع في التصوف**، ٢٢٠

37 ـ سہروردی، شہاب الدین، **عوارف المعارف**، ٣٣٢

38 ـ أبونعیم اصفہانی، **حلیۃ الاولیاء**، ١٠: ٢٢٤

39 ـ آدم متز: **الحضارۃ الاسلامیہ**، عربی ترجمہ: عبدالبهادی (بیروت: ودار الکتاب العربی)، ٢، بحوالہ القزوینی، ٢١٢

40 ـ خطیب بغدادی، **تاریخ بغداد**، ٧: ١٢٣

41 ـ نفس مصدر، ٧: ١٢٣

42 ـ تاج الدین السبکی، **طبقات الشافعیہ**، ٢: ٢٦٤، الرسالہ، ٢٩٥

43 ـ ابو بکر الکلابازی، **التعرف لمذہب اہل التصوف**، ١٩٣، اللمع في التصوف، ٧٢

44 ـ تاج الدین السبکی، **طبقات الشافعیہ**، ٢: ٢١٦

45 ـ نفس مصدر، ٢: ٢٦١، **الرسالہ**، ٢٦٢

46 ـ أبونعیم، **حلیۃ الاولیاء**، ١٠: ٢٧٤

47 ـ نفس مصدر، ٢: ٢٦٢

48 ـ عبداللہ انصاری، **طبقات الصوفیہ**، تحقیق: عبدالحی حبیبی (کابل: ١٩٦٢)، ١٥٥

49 ـ القشیری، **الرسالہ**، ١: ٣٠٣

50 ـ Dr. A.H.Ansari: Dotrine of one( actor:Junayd's view of tawhid, the Muslime World Jan. 1983)p.33-36

51 ـ القشیری، **الرسالہ**، ٢: ٣٠٢

52 - السراج، **اللمع في التصوف** ، ٢٧٧

53 - أبو نعيم ،**حليتہ الاولياء** ، ١٠: ٢٦٢

54 - آدم متنز ،**الحضارة الاسلامیہ** ، ٢: ٧٣

55 - عبدالروف المناوى ، **الكواكب الدرية في تراجم السادة الصوفيه** ، (مصر)، ١: ٢١٦

(Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

56 ۔ عبدالرحمن السلمی، **آداب الصحبة و حسن العشيرة** ،تحقیق:M. J. Kister1954)،۴۹
57 ۔ الکلاباذی،**التعرف**،۸۰
58 ۔ اس سلسلے میں متعدد کتابیں لکھی گئیں ہیں ان میں سے ایک کتاب یہ ہے التصوف والاتجاه السلفي في العصر الحديث للدکتور مصطفی حلمی طبع دار الدعوة اسکندریة ۱۹۸۲)
59 ۔ أبو نصر الطوسی ، **اللمع في التصوف**،۳۱۴
60 ۔ عبدالباری،**کتاب الفناء**،۳۴
61 ۔ القشیری،الرسالہ،۲۴۲
62 ۔ نفس مصدر،۲۴۲
63 ۔ نفس مصدر،۲۴۲